ڈاکٹر نبیل احمد نبیل*

# پروفیسر سید احتشام حسین کے تنقیدی تصورات

## (تہذیب و ثقافت کے سیاق و تناظر میں)

**Abstract:** *This article presents the discourse of culture and civilization in context to the critical thinking and concepts of Professor Syed Ehtesham Hussain. The article points out the issues which are being faced by Indian Culture and Civilization along with the detailed discussion on the elements of culture generally and in Indian context specifically. The values of Combined Indian Culture have been evolved through a long process of about 5000 years and different people belonging to the different religions have contributed towards that culture. The major issues relating to Indian Culture are communalism regarding religion and language, and feudalism regarding social system. The two famous critical essays "Hindustani Tahzeeb Kay Anasir" and "Adab AurTahzeeb" written by Prof. Syed Ehtesham Hussain have been discussed in this article with special reference to culture and civilization. In these essays, there is a comprehensive discussion on the definition, scope, elements, issues, beginning and evolution of culture and civilization, and its impact on literature.*

کلچر اور سوسائٹی ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اور عموماً اِنھیں ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، مگر اِن دونوں اصطلاحات میں فرق موجود ہے۔ سوسائٹی لوگوں کا ایسا گروہ ہے جو جغرافیائی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی اعتبار سے یکساں خصوصیات کا حامل ہوتا ہے، جب کہ کلچر لوگوں کے مشترکہ رویے اور عقائد و اقدار کے مجموعے کا نام ہے، جس میں مادی اور غیر مادی تمام عناصر شامل ہوتے ہیں۔ مادی عناصر میں تمام طبعی وسائل شامل ہیں، جن کی مدد سے سوسائٹی اپنا کلچر پیش کرتی ہے۔ مثلاً گھر، شہر، اسکول، عبادت گاہ، دفاتر، کارخانے، آلات و اوزار، اشیا اور اُن کی پیداوار کے طریقے اور سائنس اور ٹیکنالوجی شامل ہیں۔ غیر مادی عناصر میں تمام تصورات، خیالات اور نظریات شامل ہیں، جو کہ سوسائٹی رکھتی ہے۔ مثلاً عقائد، اقدار، تہوار، رسم و رواج، عادات، اصول و ضوابط، جذبات، احساسات، علامتیں، رویے، اخلاق، زبان، تنظیم اور ادارے شامل ہیں۔ کلچر کے مادی عناصر ہی تہذیب سے عبارت ہیں۔ اِسی لیے پاک و ہند میں ہمیں اکثر ادیبوں کے یہاں تہذیب و ثقافت کے لیے مشترکہ طور پر کلچر (تہذیب) کی اصطلاح استعمال ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ عام طور پر دنیا میں کلچرز (ثقافتوں) کے اختلافات میں شدت کی بنیادی وجہ قبیلہ پرستی یعنی Ethnocentrism کا تصور ہے، جس کے مطابق ایک مخصوص کلچر کے زائیدہ و پروردہ لوگ، دوسرے کلچرز (ثقافتوں) کو اپنے کلچر کے قائم کردہ معیار کی بنیاد پر پرکھتے ہیں۔ اپنے

* اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوور مال کیمپس، لاہور

کلچر (ثقافت) کو برتر اور دوسروں کے کلچرز (ثقافتوں) کو کم تر قرار دیتے ہیں۔یعنی کسی ایک مخصوص کلچر (ثقافت) کو باقی تمام کلچرز (ثقافتوں) سے اعلیٰ وارفع قرار دینا۔ قبیلہ پرستیEthnocentrismایک ایسی قوت ہے، جو انسانوں کے باہمی تعلقات کو کمزور کرتی چلی جارہی ہے۔اِسی باعث ماہرِ سماجیات وعمرانیاتCultural Relativism کے تصور کو پریکٹس کرنے کے لیے ترجیحاً پیش کر رہے ہیں، جس کے مطابق کسی بھی سوسائٹی کے کلچر (ثقافت) کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اُسے اُسی کلچر کے تناظر میں سمجھا جائے،نہ کہ کسی بھی دوسرے کلچر کے سیاق و تناظر یا معیار کی روشنی میں پرکھا جائے۔یعنی دنیا کی کسی بھی سوسائٹی کا کلچر مطلق (Absolute) حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ اِسے اضافی (Relative) حیثیت سے پہچان دی جانی چاہیے۔اِس تصور کا بانی ایک جرمن نژاد امریکی ماہرِ طبیعات وعلم البشریاتFranz Boasہے، جسے بابائے امریکی علم البشریات بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔اُس کے نزدیک کلچر کو سمجھنے کے لیے معروضی نقطۂ نظر مناسب نہیں ہے اور نہ ہی ہم دنیا کے کسی بھی کلچر (ثقافت) کو کسی بھی بنا پر اعلیٰ یا ادنیٰ قرار دے سکتے ہیں۔

> "All religions, cultures and beliefs deserve the same amount of respect even if they are different from your own."(1)

اُردو میں ترقی پسند نظریے کے ساتھ پروفیسر احتشام حسین کی وابستگی آغاز سے لے کر انجام تک رہی۔ترقی پسند ناقدین میں ان کا رویہ نہایت متوازن رہا ہے۔ ان کی کومٹ منٹ نظریے کے ساتھ تاحیات رہی۔انھوں نے اُردو شعر و ادب کی تفہیم مارکسی تصورات کی روشنی میں کی ہے۔ وہ بورژوا اور پرولتاری کی فہم کو ادب کی تفہیم کے لیے از بس ضروری سمجھتے ہیں۔ بورژوا کلاس کے استحصالی رویوں اور بورژوا کلچر کے وسائل اور ذرائع پیداوار پر کنٹرول کو پرولتاری طبقے کے ساتھ بہت بڑی سماجی ناہمواری قرار دیتے ہیں۔افرادِمعاشرہ کا شعور سماجی حالات، طبقاتی کشمکش کا ثمر قرار دیتے ہیں۔وہ ادب کی تفہیم اور نقاد کے لیے مذکورہ عناصر و عوامل کے سماجی شعور کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک جدلیاتی کشمکش سماجی، ثقافتی، ادبی اور معاشی تبدیلیوں کے لیے ناگزیر ہے۔ وہ ادب کو مقصد کے بجائے ذریعہ اور وسیلہ خیال کرتے ہیں۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ:

شُعرا و ادبا کے ذہن و فکر پر ماحول اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ اس امر کو ضروری قرار دیتے ہیں کہ طریقِ پیداوار، معیشت، وسائل، ذرائع پیداوار، دولت کی مساوی تقسیم، اقتصادی صورتِحال، مادّی ترقی و ارتقا اور صنعتی ترقی کو تخلیق کار کے سماجی شعور کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ ان رشتوں کو سمجھنے کے لیے کسی بھی معاشرے، قوم اور اس معاشرے کے کلچر کے اقتصادی نظام اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تاریخی عوامل کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ ان کے نزدیک انسان سماج اور مظاہرِ فطرت کو سعی مسلسل کے ذریعے مادّی طور پر بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔سماجی حالات کی تبدیلی، سماجی شعور اور معاشرے کے کلچر پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جس سے افرادِ معاشرہ کے سماجی شعور میں بھی کلچر کے ذریعے تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ انھوں نے ادب اور کلچر کے باہمی رشتے کی فہم کے لیے طبقاتی

سماج میں مختلف طبقات کی نوعیتوں کو داخلی اور خارجی زندگی کے امتزاج کی صورت میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ پروفیسر احتشام حسین نے کلچر اور سویلائزیشن (تہذیب) کو باہم آمیز کر کے، تہذیب کی تعریف متعین کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جب ہم لفظ تہذیب استعمال کرتے ہیں تو اس سے کسی قوم یا ملک کی داخلی یا خارجی زندگی کے تمام اہم پہلوؤں سے مجموعی طور پر پیدا ہونے والی وہ امتیازی خصوصیات مراد ہوتی ہیں جنھیں اس ملک کے لوگ عزیز رکھتے ہیں اور جن کے حوالے سے وہ دنیا میں پہچانے جاتے ہیں۔ انسان قدروں کے بنانے اور محفوظ رکھنے کی جدوجہد میں اپنی قومی تہذیب پیدا کرتا ہے۔ وہ تہذیب اس کے ماضی سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور دنیا کی عام رفتارِ ترقی سے نسبت رکھتی ہے۔ تہذیب قومی زندگی کی ساری جذباتی، روحانی اور مادّی اُمنگوں اور خواہشوں کا احاطہ کر لیتی ہے، اس کو بناتی اور سنوارتی ہے، اسے ایک ایسا نصب العین بخشتی ہے جو زمانے کی ضروریات کا ساتھ دے سکے۔ وہ ان ساری طاقتوں کو سمیٹے ہوئے آگے بڑھتی ہے جو ماضی نے اُسے عطا کی ہیں۔ اس طرح تہذیب ایک قوم کے شعور کی مظہر بن جاتی ہے، لیکن اس کی سطح کبھی یکساں نہیں ہوتی کیوں کہ تہذیبی اقدار یکساں طور پر ہر طبقے کی ملکیت نہیں ہوتیں۔" (۲)

میتھیو آرنلڈ اپنی کتاب "لٹریچر اینڈ ڈوگما" میں کلچر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "Culture, the acquainting ourselves with the best that has been known and said in the world, and thus with the history of the human spirit."(3)

بسا اوقات اکثر ناقدین کلچر اور سویلائزیشن کو باہم مخلوط کر دیتے ہیں یا ان اصطلاحات کو ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال کر جاتے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر احتشام حسین نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی ملک یا قوم کی معاشرتی زندگی کے داخلی پہلوؤں سے پیدا ہونے والی امتیازی خصوصیات اور اوصاف و کمالات کا رشتہ کلچر (ثقافت) سے ہوتا ہے اور کلچر (ثقافت) داخلی زندگی کی تعبیرات اور اظہار سے متصف ہے اور اسی سے روایات، اقدار، شعر و ادب، میلانات و رُجحانات، فکر و فلسفہ، معاشرتی زندگی کا نصب العین، آدرش، امنگیں، تجربے، عادات و اطوار، ادب و آداب، رسومیات، اخلاقیات، رویے اور ضابطے جنم لیتے ہیں۔ کلچر (ثقافت) ہی سے افرادِ معاشرہ کی شناخت قائم ہوتی ہے۔ اسی کو وہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور کلچر (ثقافت) ہی کی بنا پر افرادِ معاشرہ دنیا میں پہچانے جاتے ہیں جب کہ تہذیب بھی معاشروں کی پہچان کا ایک ذریعہ ہُوا کرتی ہے مگر تہذیب معاشرتی زندگی کے مظاہر کی صورت رکھتی ہے جو خارجی عناصر سے تعبیر و عبارت ہوتے ہیں۔ تاج محل مغلیہ تہذیب کا ایک نمایاں ترین مظہر ہے۔ ہر تہذیب کے لیے معاشرے اور کلچر (ثقافت) کا ہونا لازمی ہے جب کہ تہذیب کے لیے کلچر کا ہونا بنیادی بات ہے۔ اگر کلچر نہ ہو تو تہذیب اپنے آثار کی صورت میں اپنے کلچر کا پتا دیتی ہے جیسے مغلیہ کلچر آج موجود نہیں ہے مگر اس کے نشانات یا آثار آج ان کی (مغلوں) تہذیب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جیسے ہڑپہ، ٹیکسلا اور موئن جو داڑو کی تہذیب کے آثار یہ باور کراتے ہیں کہ یہاں کبھی کوئی معاشرہ اور اس کا کلچر (ثقافت) بھی موجود تھا۔

کلچر (ثقافت) کے بارے میں Raymond Williams اپنی کتاب Culture and Society لکھتے ہیں:

> "It (culture) came to mean, first, 'a general state or habit of the mind', having close relations with the idea of human perfection. Second, it came to mean, 'the general state of intellectual development, in a society as a whole'. Third, it came to mean, 'the general body of the arts'. Fourth, later in the century, it came to mean, 'a whole way of life, material, intellectual and spiritual'. It came also, as we know, to be a word which often provoked either hostility or embarrassment."(4)

ہندوستانی تہذیب دنیا کی پرانی تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ ہندوستانی کلچر بہت سی ثقافتوں یعنی کلچرز کا آمیزہ ہے، جس کی تاریخ ہزاروں برس پرانی ہے۔ یہاں صدیوں سے بدھ مت، ہندو مت، اسلام، جین، سکھ، عیسائی اور دوسرے قبائل و مذاہب کے ماننے والے لوگ رہتے چلے آئے ہیں اور اِن کے کلچرز کا ایک دوسرے میں انجذاب بھی ہوتا چلا آیا ہے۔ ہندوستان، بدھ مت، ہندو مت، جین اور سکھ مذہب کی جنم بھومی ہے اور اِس خطے کی کل آبادی کا تقریباً ۸۰ فی صد حصہ ہندو مت اور تقریباً ۳ فی صد حصہ بدھ مت، جین اور سکھ مذاہب کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ اِن کے علاوہ مسلمان تقریباً ۵ فی صد اور باقی ماندہ ۳ فی صد حصہ دیگر قبائل و مذاہب کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ سیکولر ریاست کا دعویٰ کرنے کے باوجود ہندوستان میں ہمیشہ سے ہی مذہب کو خاصا عمل دخل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی تہذیب و ثقافت میں ہمیں ہر طرف مذہب کے رنگ بکھرے نظر آتے ہیں۔ ہندوستان کی زبانیں، مذاہب، رسم و رواج، تہوار، خوراک، لباس، رہن سہن، موسیقی، رقص، فنِ تعمیر، ادب اور تہذیب و ثقافت کے دیگر عناصر میں جابجا تنوع دکھائی پڑتا ہے، جس بنا پر ہندوستانی تہذیب و ثقافت کو مختلف علاقائی کلچرز کا ملغوبہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

دنیا کے کسی بھی خطے پر جہاں مختلف قومیں ساتھ رہ رہی ہوں، وہاں تہذیبی و ثقافتی حوالے سے جذب و انجذاب کا عمل جاری و ساری رہتا ہے۔ کلچر چوں کہ ساکن (static) نہیں، بلکہ متحرک (dynamic) ہوتا ہے۔ اِس لیے یہ تبدیلیوں کے عمل سے گزرتا رہتا ہے۔ سید احتشام حسین بھی کلچر کے حوالے سے کچھ اِسی قسم کی رائے رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ جب دو قومیں ملتی ہیں تو دونوں میں تہذیبی لین دین ضرور ہوتا ہے۔ اِس لین دین کی نوعیت اور مقدار سے تہذیبی تعلقات کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔ اِنھیں نظر انداز کرنے سے تاریخ نہیں بدل سکتی۔"(۵)

Carrell Quigley نے اپنی کتاب The Evolution of Civilizations میں لکھا ہے: سوسائٹی، انسانوں اور ان کے کلچر کے مجموعے کا نام ہے۔ اس نے سوسائٹی، انسانوں اور اُن کے کلچر کے مابین تعلق کو ایک مساوات کے ذریعے سے یوں ظاہر کیا ہے:

Society = Humans + Culture (6)

انسان کے طرزِ فکر و احساس اور طبقات کے باہمی تعلقات میں تغیرات، ادب و فن میں جو تبدیلیاں معاشرتی اثرات سے وقوع پذیر ہوتی ہیں، وہ کلچر ہی کے ذریعے ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر

احتشام حسین نے لکھا ہے:

”اگر چہ انیسویں صدی کے نصف اوّل میں انگریزوں کا سیاسی اقتدار ہندوستان کے ایک بڑے حصے پر پھیل چکا تھا اور ملک کے معاشی حالات بدل چکے تھے مگر ادب اور فن نے اس اقتدار کو کلیتاً تسلیم نہیں کیا تھا۔ تاریخی ارتقا نے اس بات کو واضح کر دیا کہ اقتصادی تبدیلیوں اور پیداوار کے مادّی وسائل پر قُدرت حاصل کرنے کی بدولت انسان کا طرزِ فکر بدلتا ہے اور طبقات کے باہمی تعلقات میں ردوبدل ہوتا ہے اگر چہ ادب اور فن میں جو تبدیلیاں سماجی اور معاشرتی اثرات سے ہوتی ہیں، وہ کبھی بہت سست رفتار ہوتی ہیں اور کبھی اتنی تیز رفتار کہ دونوں کے تعلق کا پتا لگانا دُشوار معلوم ہوتا ہے۔ متوازی تبدیلی نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو ادبی روایات ایک بار بن جاتی ہیں، وہ مٹتے مٹتے مٹتی ہیں اور عوام الناس کو اتنی عزیز ہو جاتی ہیں کہ حالات بدل جانے پر بھی دل ان کی طرف کھنچتا رہتا ہے اور بہت سے لوگ نفسیاتی طور پر ان سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ ادبی تبدیلیوں کو اسی نظر سے دیکھنا چاہیے۔“(۷)

Allan Wilson Watts کے مطابق:

"We seldom realize, for example that our most private thoughts and emotions are not actually our own. For we think in terms of languages and images which we did not invent, but which were given to us by our society." (8)

سید احتشام حسین کا شمار بھی اُن ادیبوں اور نقادوں میں ہوتا ہے، جنھوں نے ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کے لیے مشترکہ تہذیب کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ پاکستان اور انڈیا کا کلچر چاہے کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو، مگر جغرافیائی اعتبار سے تاریخ تو اِن دونوں کی ہزاروں سال پرانی یکساں ہی ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد سے پاکستان اور انڈیا کی جغرافیائی حدود میں تقسیم کے باعث آنے والے فرق کی وجہ سے دونوں ممالک اپنے اپنے کلچر کا پرچار تو کرتے دکھائی پڑتے ہیں، مگر ۱۹۴۷ء سے پہلے کی جغرافیائی حدود میں جو کچھ بھی تہذیب و ثقافت کے نام سے دکھائی پڑتا تھا، اُسے متحدہ ہندوستان میں رہنے والی تمام قومیں اپنے اپنے اعتبار سے اپنائے ہوئے تھیں۔ یہاں فرق جو سب سے زیادہ دکھائی پڑتا ہے، اُس میں مذہب کا عنصر تو بے شک ہے ہی، مگر قومیت کے جدید تصور نے بھی اِس میں خاصا رنگ بھرا ہے۔ قومیت کا یہ جدید تصور ایک مخصوص جغرافیائی حدود میں رہتے ہوئے کلچر کو بیان کرتا نظر آتا ہے، جو اُس جغرافیائی حدود میں وحدت کی بات کرتا ہے۔ اِسی قومیت کے جدید تصور کی بنیاد پر ایک ہی جغرافیائی حدود میں رہنے والے مختلف النسل اور مختلف المذاہب لوگ بھی وحدت کی اکائی میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مذہب کو ماننے والے مختلف ممالک میں مختلف کلچرز دیکھنے کو ملتے ہیں۔ پاکستان، سعودی عرب، ایران، انڈونیشیا اور ترکی، یہ تمام مسلمان ملک ہیں، مگر اِن تمام ممالک کا کلچر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

مشترکہ تہذیب سے متعلق سید احتشام حسین لکھتے ہیں:

”ہندوستانی تہذیب سے اُن قدروں کا ارتقا مراد ہے جو ہندوستان میں بسنے والی مختلف قوموں اور مذہبوں نے پانچ ہزار سال میں دنیا کے سامنے پیش کی ہیں۔ اگر مسلمانوں یا ہندوؤں کا ایک گروہ اِسے تسلیم نہیں کرتا تو اِس سے تاریخی حقیقتیں نہیں بدل سکتیں۔ کچھ مسلمانوں یا ہندوؤں نے اگر قومی وحدت اور مشترک تہذیب کو نہیں مانا تو اِس سے علمی تحقیق کے نتائج غلط ثابت نہیں ہو سکتے۔ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ وہ اپنی تاریخ سے موئن جو داڑو اور ہڑپہ کے تذکرے نکال دیں یہ بھی ممکن نہ ہو گا کہ وہ صرف مذہب کے نام پر بنگالی مسلمانوں سے وہ زبان یا تہذیب چھین لیں جو پورے بنگال میں مشترک ہے اور ہندوستان کے ہندو لال قلعہ، تاج محل اور بلند دروازے کو خاک میں نہ ملا سکیں گے۔“(۹)

تہذیب ایک خود کار عمل کے ذریعے سے وجود میں آتی ہے جس کے لیے ہزاروں سال کا لین دین اور سماجی اختلاط شامل ہوتا ہے۔ تہذیب کی تشکیل کے اِس عمل میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں جو کہ اِس کے متحرک (dynamic) ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تہذیب کے ارتقا پر بات کرتے ہوئے رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

”تہذیب ایک ایسا نقش ہے جس کو تہ نشیں ہونے اور سنورنے کے لیے خاصی لمبی مدت درکار ہوتی ہے۔ یہاں ضابطے بنتے ہیں، بنائے نہیں جاتے۔ بے شمار عناصر قدرتی طور سے آمیزش و آویزش کے تہ در تہ عمل سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ بنتے اور مٹتے رہتے ہیں۔ تب صورتوں کی نمود ہوتی ہے۔ جس طرح اچھی شاعری کو محض صنعت گری راس نہیں آتی۔ اِسی طرح تہذیبی سطح پر بھی ایسی کوشش دیرپا نہیں ہوتی جن کی مدد سے کوئی طبقہ یا علاقہ یہ چاہے کہ تہذیبی عوامل کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال لیا جائے یا یہ کہ ارتقائے تہذیب یا تشکیل تہذیب کے آہستہ خرام فطری قانون کو تبدیل کر لیا جائے۔“(۱۰)

ہندوستان میں چوں کہ تہذیب کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے، جن میں مذہب، زبان اور سماجی و سیاسی نظام بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ مذہب کے حوالے سے فرقہ واریت کے مسائل، زبان کے حوالے سے لسانی منافرت کے مسائل، سماجی و سیاسی حوالے سے جاگیردارانہ، آمرانہ اور فسطائی نظام کے مسائل پے در پے موجود ہیں۔ پروفیسر احتشام حسین نے ہندوستانی تہذیب کے عناصر کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے اِن مسائل کی طرف خاطر خواہ توجہ دلائی ہے۔ اِس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

”ہمارے سامنے بڑے اہم سوالات ہیں، ہماری تہذیب اور زبان مذہب یا فرقہ پرستی کے ماتحت ہو گی یا اُن کی بنیاد جمہوری اور غیر مذہبی ہو گی؟ اسے سماجی انصاف اور سچائی کی بنیاد پر کھڑا کیا جائے گا یا آمرانہ اور فسطائی بنیاد پر؟ اِن سوالات کے جواب پر ہندوستان کی عظمت اور اُس کے تہذیبی ارتقا کا مستقبل منحصر ہے اور ان کا جواب اِس سے پہلے دینا ہے کہ وفاداری اور قوم پرستی کے نام پر جو زہر پھیلایا جا رہا ہے وہ کام و دہن سے گزر کر رگ وپے میں سرایت کر جائے۔“(۱۱)

دراصل ادبی روایات، کلچر کی پیدا کردہ ہیں۔ معاشی یا اقتصادی تبدیلیوں اور پیداوار کے مادّی وسائل کی مضبوطی سے انسان کا طرزِ فکر و احساس بھی تبدیل ہوتا ہے مگر یہ تبدیلی سماجی زندگی کے دیگر شُعبوں میں تو جلد وقوع پذیر ہوتی ہے اور معاشرتی طبقات میں اقتصادی حالات کی تبدیلی کے زیرِ اثر تبدیلی کا عمل ظاہر ہوتا ہے مگر ادب میں روایت، اس قدر مضبوط ہو جاتی ہے کہ خارجی تبدیلیاں اور حالات و ماحول اثر انداز تو ہوتے ہیں مگر فوری طور پر نہیں اس کے لیے کلچر اور معاشرے میں تبدیلی کے لیے لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ ادب میں بھی جو تبدیلی ہوتی ہے، وہ ادبی تجربات اور کلچر کی کارفرمائی کے نتیجے میں ہی ہوتی ہے مگر ادب کی صورتِ حال دیگر سماجی تبدیلیوں سے مختلف ہوتی ہے۔ ادب میں تبدیلی ادبی روایت اور ادبی تجربات کے زیرِ اثر ہوتی ہے۔ اس میں مواد یا موضوع اور ہیئت کی سطح پر بھی تغیرات آتے ہیں مگر اسے کلچر میں بھرپور رچاؤ کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ احتشام حسین تہذیب و ثقافت میں بھی جدلیات کے تصورات کو نمایاں انداز سے پیش کرتے ہیں۔ آویزش کی شکل میں نہیں ہوتا۔ ادب سماجی زندگی کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس میں فرد اور طبقات کی باہمی کشمکش کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ ترقی پسند ادب اِس کی نمایاں ترین مثال ہے۔ اس طرح ترقی پسند ادب عام لوگوں یا پرولتار کلچر کی حالت زار کی آئینہ داری کا فریضہ ادا کرتا ہے اور ثقافتی زندگی کے عام پہلوؤں اور جہات کی عکاسی کر کے مرکزی حیثیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے۔ پروفیسر احتشام حسین اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ ہر معاشرے یا قوم کا ثقافتی سرمایہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

”ہر ملک و قوم کا کوئی نہ کوئی تہذیبی سرمایہ ہوتا ہے، چاہے وہ قوم بہت زیادہ متمدن نہ کہی جا سکے پھر بھی وہ اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ بنیادیں رکھتی ہے جس سے وہ آڑے وقتوں میں خود کو سنبھالتی ہے۔ اس کے گیت، رقص، موسیقی، قصّے، کہانیاں، ضرب الامثال سب اس کے وجود کا جُز ہیں اور مظہر بھی۔ اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تمام چیزیں قومی خصوصیات رکھتی ہیں، لیکن ان کا نصب العین انسانی ارتقا کی کوششوں سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو صدیوں کے انقلابات نے انھیں چکنا چور کر دیا ہوتا۔ یقیناً ہر بڑے تغیّر کے بعد تہذیب اور ادب کا کچھ حصّہ بے کار ہو کر ختم ہو جاتا

ہے، لیکن جو کچھ انقلابات کے جھٹکے سہہ لینے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ وہ حقیقتاً ایک ملک اور قوم کی روح کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس میں بقا کی جو قوت ہے، وہ اس قوم کی قوتِ بقا کا آئینہ ہے جو آزمائش اور انقلاب کی بھٹی میں تپائی گئی ہے۔"(۱۲)

کلچر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"Culture is the name for what people are interested in, their thoughts, their models, the books they read and the speeches they hear, their table-talk, gossip, controversies, historical sense and scientific training, the values they appreciate, the quality of life they admire. All communities have a culture. It is the climate of their civilization."(13)

پروفیسر احتشام حسین نے جسے ملک و قوم اور معاشرے کا سرمایہ قرار دیا ہے۔ یہی وہ سرمایہ ہے جو ایک قوم اور معاشرے کے کلچر کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ کلچر کے اجزا ہی کسی قوم اور معاشرے کی پہچان ہُوا کرتے ہیں۔

شعر و ادب، آرٹ، فکر و فلسفہ، گیت، رقص، موسیقی، قصّے، کہانیاں، ضرب الامثال وغیرہ مذکورہ اجزا اور عناصر و عوامل ہی درحقیقت کلچر کی پیداوار ہیں اور ملک و قوم یا معاشرے کی مجموعی زندگی کی داخلی صورتِ حال کی عکاسی کرتے ہیں۔ انھیں مظاہر کہنے سے کہیں زیادہ مناسب اور موزوں ہوگا اگر کلچر (ثقافت) کے عناصر و عوامل یا اجزا کہا جائے۔ ملک و قوم اور معاشرے کی صدیوں کی زندگی، تعلقات اور باہمی رشتوں اور تجربوں کی بصیرت اور وژن انھی عناصر و عوامل کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ کلچر کے یہی اجزا ملک و قوم اور معاشروں کی دانش و بینش اور بصیرت کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ اسی لیے معاشرے اور ملک و قوم اپنے کلچر پر فخر کرتے ہیں اور اپنے کلچر کو دل و جان سے بھی زیادہ عزیز جانتے ہیں۔

ادب اور تہذیب و ثقافت کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ نہایت گہرا ہے۔ ہر دور کا ادب اپنے دور کی سماجی زندگی کا بہترین آئینہ دار ہوتا ہے۔ تہذیب و ثقافت کی اصطلاح، ادب کی اصطلاح سے زیادہ جامع ہے۔ اِس ضمن میں ڈاکٹر محمد علی صدیقی لکھتے ہیں:

"ادب اور ثقافت کے رشتے اِس قدر گہرے ہیں کہ اِن پر جبریت کی تعریف صادق آتی ہے۔ غالباً اگر کہا جائے کہ اِنسانی زندگی کا۔ 'کُل' ثقافت ہے اور ادب اِس 'کُل' کا ایک جز تو زیادہ غلط نہ ہوگا۔"(۱۴)

پروفیسر احتشام حسین معاشرتی انسانی اور ثقافتی اقدار کو صدیوں کی تخلیقی اور تعمیری کاوشوں سے تعبیر کرتے ہیں اور انھی سے معاشرتی زندگی اور کلچر کے تشخص کا ظہور ہوتا ہے۔ اقدار بدلتی ہیں، مگر ہر دور میں اقدار کا وجود نہایت معنی خیز حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ قدیم معاشروں میں بھی ضابطے اور اخلاقیات، انسان، دوستی، محبت اور فن سے لگاؤ کی مثالیں موجود ہیں۔ بدھ مت میں اشوک کے زمانے

میں پالی زبان سے محبت کے ساتھ ساتھ انسانی اخلاقیات اور انسان کے زمینی رشتوں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس عہد کے کلچر کی اپنی اقدار و روایات اور اپنے افکار و تصورات تھے جو اس عہد کی معاشرتی، معاشی اور اقتصادی زندگی سے لگّا کھاتے تھے۔ مذکورہ کلچر اسی نظام کا زائیدہ تھا۔ وہ سماج زراعت پر گزر اوقات کرتا تھا مگر صنعتی دور کے انقلاب نے انسانی معاشروں میں مادّی قدروں کو پیدا کر دیا۔ اس طرح نیا کلچر اور نئے تصورات نے جنم لیا۔ اس ضمن میں احتشام حسین نے لکھا ہے:

> ”تبدیلی کا یہی مفہوم ہے کہ مادّی حالات کے بدل جانے سے انسان کا شعور بھی بدلتا ہے۔ اب جو قدریں پیدا ہوں گی، ان میں نیاپن ہو گا، وسعت ہو گی، انسان کی طاقت پر بھروسہ ہو گا اور فطرت کے متعلق خیالات بدلے ہوئے ہوں گے، لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ محبت کی جگہ نفرت اخلاق کی جگہ بد اخلاقی، انسان دوستی کی جگہ انسان دشمنی پیدا ہو گی۔ عارضی طبقاتی استحصال کے ماتحت ایسا ہو سکتا ہے، لیکن وہ کسی قوم کی ارتقائی تہذیبی زندگی سے ہم آہنگ نہ ہو گا۔ اس لیے قدیم تہذیب کے وہ اجزا جو انسان کی عظمت، زندگی کی بقا اور جدوجہد کے مظہر ہیں۔ کسی نہ کسی شکل میں نئی تہذیبی قدروں میں بھی جگہ پائیں گے۔ ان کے حاصل کرنے اور ان پر زور دینے کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن ان کا وجود ختم نہیں ہو سکتا۔ یہ تسلسل زندگی کے تسلسل کا پتا دے گا اور ایک قوم کو اس کے ماضی سے متعلق رکھنے میں بھی معین ہو گا اور زبان، ادب اور فنونِ لطیفہ اس تسلسل کو برقرار رکھنے میں بڑا حصہ لیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی قوم اپنی زبان کے بدل جانے اور اپنے ادب سے غفلت برتنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔“ (۱۵)

صنعتی دور نے معاشروں کی قلبِ ماہیت ہی بدل ڈالی مگر ایسا یورپ اور امریکہ میں تو ہُوا۔ البتہ پاکستان اور ہندوستان میں صنعتی تبدیلی کا ظہور ہوا، لیکن یہاں کی معیشت کا زیادہ تر انحصار اب بھی زراعت پر ہے۔ مادّیت ہندوستان اور پاکستان کی معاشرتی زندگی کا بھی حصہ بنی۔ اُس نے یہاں کی معاشرتی زندگی اور کلچر میں بھی بے ہنگم پن پیدا کیا۔ اس کا اثر یقیناً پوری معاشرتی زندگی پر مرتب ہوا۔ ادب نے کلچر کے تمام شُعبوں کو ہی متاثر کیا ہے۔ بہر حال اخلاقیات، اقدار اور روایات کا نظام مشرق بالخصوص پاکستان اور ہندوستان میں کسی نہ کسی صورت میں اب بھی باقی ہے اور اپنے تسلسل کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ مغرب میں کلچر یکسر اور نوعیت اختیار کر چکا ہے وہاں کی سماجی زندگی میں اقدار و روایات اور خاندانی نظام ٹوٹ چکا ہے۔ صنعتی انقلاب، سائنس اور ٹیکنالوجی کی بے پایاں و بے کنار ترقی نے مغربی معاشروں کو یکسر توڑ پھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ وہاں کے ریاستی نظام اور سیاسی آئیڈیالوجی نے ملکوں کو قائم رکھا ہوا ہے وگرنہ صنعتی تبدیلی نے سماج کے شعور کو اور ہی صورت میں تبدیل کر دیا ہے۔ مغربی معاشرے اور کلچر شخصی آزادی سے اور بھی آگے جا چکے ہیں۔ یعنی مادر پدر

آزادی کے کلچر کے حامل ہو چکے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی ثقافتی زندگی میں اب بھی روایات اور اقدار کا نظام مشرقی ثقافتوں کے مرہون منت زندہ ہے۔

کلچر کوئی ایسی شے ہرگز نہیں ہے جس میں یکسانیت پائی جائے اور نہ ہی یہ کسی ایک جزو سے مل کر بنا ہوتا ہے، بلکہ یہ بہت سے چھوٹے بڑے اجزا سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔ اِس حوالے سے Edward W. Said نے اپنی کتاب Culture and Imperialism میں لکھا ہے:

> "Culture is not monolithic either and is not the exclusive property of the East or West nor of the small groups of men and women."(16)

اسی لیے ہندوستان اور پاکستان میں ادب ثقافتی اقدار کے بھرپور تخلیقی اظہار کا ذریعہ ہے۔ اس طرح اُردو زبان و ادب پورے برصغیر کا ثقافتی تشخص اور پاکستان اور ہندوستان کی ثقافتی زندگی کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ پروفیسر احتشام حسین ترقی پسند فکر کے نقاد ہیں۔ اس لیے یہ سمجھتے ہیں کہ ادب خارجی زندگی کو بدلنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اس سے معاشرتی و ثقافتی زندگی میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ مادّی حالات درحقیقت انسانی ذہن و فکر ہی کی پیداوار ہیں مگر پروفیسر احتشام حسین کے نزدیک مادّی تبدیلی کے ذریعے فرد اور سماج کے شعور میں تغیرات ظہور کرتے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر احتشام حسین رقم طراز ہیں:

> ”ذرائع پیداوار میں تغیر انسان کے عمل کی راہیں بدلتا اور اس کے غور و فکر کے طریقے متعین کرتا ہے۔ یہاں فکر اور شعور کی اہمیت کا انکار مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی پیدائش اور طریق عمل کا سوال ہے اور جس حیثیت سے بھی دیکھا جائے۔ یہ معلوم ہوگا کہ انسانی شعور عام معاشی، معاشرتی تغیرات کی راہ بدلتا اور نئی راہوں پر گامزن ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ادب کا کام بھی یہی رہ جاتا ہے کہ وہ انسانی شعور کو وسیع تر کرے، لیکن یہ نہ بھول جائے کہ انسانی شعور خارجی حالات کے بدلنے سے بدلتا ہے۔ محض کسی مصنف کے کہہ دینے یا کسی فن کار کے اظہار کر دینے سے نہیں بدلتا، یوں ادب، تہذیب کی بقا اور ارتقا میں شریک ہو جاتا ہے۔“ (۱۷)

ذرائع پیداوار پر بھی انسانی ذہن و فکر ہی کا کنٹرول ہے۔ ذرائع پیداوار بھی افرادِ معاشرہ اور کلچر سے باہر نہیں ہے۔ اس کا تعلق بھی انسانی ذہن سے ہے۔ یہاں وہی بنیادی بات ہے کہ بورژوا کلاس تمام انسانی وسائل اور ذرائع پیداوار پر قابض ہے اور معاشرتی زندگی اور کلچر کے نظام پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کا رُخ موڑنے کے لیے وسائل کا استعمال کرتی ہے مگر کلچر کے اندر وہ روایات جنھیں ادبی روایات یا سماجی روایات اور اقدار کا نظام کہتے ہیں۔ وہ بھی بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسی ہی ایک کوشش نوآبادیاتی نظام کے زیرِ اثر

برطانوی استعمار نے ہندوستان میں کی تھی۔ یہاں کی ادبی روایات، اقدار کے نظام، اخلاقیات، ضابطوں غرضِ کہ پورے کلچر کا رُخ ہی اور طرف موڑ دیا تھا۔

## حوالہ جات:


1. https://twitter.com/SukhSandhu

۲۔ احتشام حسین۔ ادب اور تہذیب۔ (مرتبہ: اشتیاق احمد)۔ (۲۰۰۷ء)۔ مشمولہ؛ (کلچر: منتخب تنقیدی مضامین)۔ لاہور: بیت الحکمت۔ (ص. ۱۵۹)۔

3. Mathews Arnold "Literature and Dogma" Smith, Elder & Company, London, 1873, Page 1

4. Raymond Williams "Culture and Society" Anchor Books, Doubleday & Company, Inc. Garden City, New York, 1960, Page xiv

۵۔ احتشام حسین۔ ہندوستانی تہذیب کے عناصر۔ (مرتبہ: احمد سلیم)۔ (۲۰۱۵ء)۔ مشمولہ؛ (مجموعہ سید احتشام حسین)۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ (ص. ۱۴۹)

6. Carrell Quigley "The Evolution of Civilizations: An Introduction to Historical Analysis" The Macmillan Company, New York, 1961, Page 64

۷۔ احتشام حسین۔ (۲۰۰۹ء) اُردو ادب کی تنقیدی تاریخ، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان۔ (ص. ۱۷۸)۔

8. Allan Wilson Watts "The Book: on the Taboo against Knowing Who You Are" Vintage Books, New York, 1966, Page 53

۹۔ احتشام حسین۔ ہندوستانی تہذیب کے عناصر۔ (مرتبہ: احمد سلیم)۔ (۲۰۱۵ء)۔ مشمولہ؛ (مجموعہ سید احتشام حسین)۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ (ص. ۱۵۲)۔

۱۰۔ عبدالحلیم شرر، مولانا۔ گزشتہ لکھنؤ (مرتبہ: رشید حسن خاں)۔ (مقدمہ)۔ (۲۰۱۱ء)۔ نئی دہلی۔ مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ۔ (ص. ۱۲)۔

۱۱۔ احتشام حسین۔ ہندوستانی تہذیب کے عناصر۔ (مرتبہ: احمد سلیم)۔ (۲۰۱۵ء)۔ مشمولہ؛ (مجموعہ سید احتشام حسین)۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ (ص. ۱۵۲)۔

۱۲۔ احتشام حسین۔ ادب اور تہذیب۔ (مرتبہ: اشتیاق احمد)۔ (۲۰۰۷ء)۔ مشمولہ؛ (کلچر: منتخب تنقیدی مضامین)۔ لاہور: بیت الحکمت۔ (ص. ۱۶۰)

۱۳۔ محمد علی صدیقی، ڈاکٹر۔ ادب اور ثقافت۔ (مرتبہ: اشتیاق احمد)۔ (۲۰۰۷ء)۔ مشمولہ؛ (کلچر: منتخب تنقیدی مضامین)۔ لاہور: بیت الحکمت۔ (ص. ۱۸۱)۔

۱۴۔ احتشام حسین۔ ادب اور تہذیب۔ (مرتبہ: اشتیاق احمد)۔ (۲۰۰۷ء)۔ مشمولہ؛ (کلچر: منتخب تنقیدی مضامین)۔ لاہور: بیت الحکمت۔ (ص. ۱۶۲)۔

15. http://walterlippmann.com/category/culture/

16. Edward W. Said "Culture and Imperialism" Vintage Books, New York, 1993, Page xxiv

۱۷۔ احتشام حسین۔ ادب اور تہذیب۔ (مرتبہ: اشتیاق احمد)۔ (۲۰۰۷ء)۔ مشمولہ؛ (کلچر: منتخب تنقیدی مضامین)۔ لاہور: بیت الحکمت۔ (ص.۱۶۳)۔

## ماخذ


۱۔ احتشام حسین: "مجموعہ سید احتشام حسین" (مرتبہ: احمد سلیم)، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

۲۔ اشتیاق احمد: "کلچر: منتخب تنقیدی مضامین" (مرتبہ)، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء

۳۔ عابد حسین، سید، ڈاکٹر: "قومی تہذیب کا مسئلہ"، علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۵۵ء

۴۔ عبدالحلیم، شرر: "گزشتہ لکھنو" (مرتبہ: رشید حسن خان)، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، ۲۰۱۱ء

۵۔ کامل قریشی، ڈاکٹر: "اُردو اور د مشترکہ ہندوستانی تہذیب" (مرتبہ)، دہلی: اُردو اکادمی، طبع چہارم، ۲۰۱۴ء


## English Books


1. Allan Wilson Watts "The Book: on the Taboo Against Knowing Who You Are" Vintage Books, New York, 1966
2. Arnold, Mathews: "Literature and Dogma" Smith, Elder & Company, London, 1873
3. Carrell Quigley: "The Evolution of Civilizations: An Introduction to Historical Analysis" The Macmillan Company, New York, 1961
4. Raymond, Williams: "Culture and Society" Columbia University Press, New York,1958
5. Said, Edward Wadie: "Culture and Imperialism" Vintage Books, New York, 1993


☆☆☆☆☆